تلمیحاتِ اقبال
(نظم ''شکوہ'' کے حوالے سے)

ڈاکٹر محمد زاہد خان

Dr. Muhammad Zahid Khan

Lecturer, Department of Urdu,

Govt. Inter College, Khurshid Abad, Azad Kashmir.

Abstract:

Iqbal's poetry is mostly known for its message and itellectual aspect. However its artistic value is as high as its thought. Iqbal has used a variety of poetic tools to express meanings of his words. Talmeeh is one the important tools expressing historical references is Iqbal's poetry. This article presents an analysis of use of Talmeeh in Iqbal's popular poem "Shikwa".

تلمیح عربی زبان کا لفظ ہے اور اسم مؤنث ہے ۔ اس کے لغوی معنی ''اچٹتی نگاہ ڈالنا'' ہیں ۔(۱) اردو میں اس لفظ کا استعمال لغوی مفہوم میں نہ ہونے کے برابر ہے، اسے عموماً علم بیان کی ایک اصطلاح کے طور پر ہی جانا جاتا ہے اور بیشتر لغات میں اس لغوی مفہوم کی جگہ اصطلاحی مفہوم ہی درج نظر آتا ہے ۔ مثلاً نوراللغات میں تلمیح کا معنی اس طرح درج ہے ''علم بیان کی اصطلاح کلام میں کسی قصہ کی طرف اشارہ کرنا'' ۔(۲) اسی طرح ''فرہنگ تلفظ'' کے مطابق تلمیح کے معنی'' کلام یا بیان میں کسی معروف واقع یا متن یا شخص کی طرف اشارہ، مضمر یا اجمالی حوالہ'' تلمیح کہلاتا ہے ۔(۳) گویا تحریر و تقریر میں کسی قصہ کی طرف اشارہ کرنا یا ''ایسے الفاظ لانا جن سے کوئی قصہ یا واقعہ وابستہ ہو اور ان الفاظ کے لانے سے وہ قصہ قاری یا سامع کے ذہن میں تازہ ہو جائے'' ۔(۴) اصطلاح میں یہ عمل تلمیح کہلاتا ہے ۔

اردو شاعری کی تاریخ میں اقبال ایک ایسے شاعر کے طور پر سامنے آتے ہیں کہ جنہوں نے اردو شاعری بالخصوص اردو نظم کو روایتی لب و لہجے کی دنیا سے نکال کر ایک ایسی دنیا میں داخل کیا ہے کہ جہاں فکر و فلسفہ مذہب و ملت، حکمت و دانائی اور سیاست و معاشرت دنیائے سخن کے اہم جز بن جاتے ہیں اقبال اپنے عہد کے مسلمانوں کی زبوں حالی اور بے راہ روی کے کسی شافی علاج کے متمنی تھے اور اس مسیحائی کی کاوش کے دوران میں انھوں نے اس بیمار ملت کے علاج کے لیے اپنی شاعری میں جہاں دیگر حربے استعمال کیے ہیں وہیں اسے اس کی بے مثال تاریخ اجداد کے عظیم کارنامے اور قرآن و حدیث

سے بے شمار قصوں مثالوں اور واقعات کی جھلک دکھلا کر غیرت اور حمیت کا مظاہرہ کر کے خواب خرگوش سے بیدار ہونے کی ترغیب دی ہے اقبال کے کلام میں عہد رفتہ کے بے شمار واقعات اور حکایات بڑی تعداد میں موجود نظر آتے ہیں۔عبدالسلام ندوی لکھتے ہیں:

> ''تلمیح یعنی قصہ طلب واقعہ سے مضمون پیدا کرنا ایک صنعت ہے جس کے ذریعے سے ایک بڑا مضمون نہایت مختصر لفظوں میں ادا ہو جاتا ہے ۔ ڈاکٹر صاحب (اقبال) کے کلام میں بکثرت تلمیحات ہیں ، جو ان کے فلسفیانہ اور شاعرانہ مقاصد سے نہایت گہرا تعلق رکھتی ہیں یعنی ان سے عزم و استقلال ، اطاعت، ایثار، قربانی، شہادت، جاں بازی، انقلاب انگیزی اور جفاکشی کی تعلیم ہوتی ہے جو ڈاکٹر صاحب کے فلسفہ اور شاعری کا اصل مقصود ہیں۔''(۵)

اقتباس بالا میں بیان کردہ اقبال کے فلسفیانہ اور شاعرانہ مقاصد ان کی تقریباً تمام شاعری کا مطمح نظر ہیں۔تاہم اقبال کی بعض نظمیں فلسفہءِ اقبال میں موجود انقلاب انگیزی اور نعرۂ مستانہ کی خشتِ اول کہی جاسکتی ہیں جن میں شکوہ اور جواب شکوہ اپنے موضوع اور اسلوب ہر دو اعتبار سے اہمیت کی حامل ہیں۔شکوہ میں اقبال نے امت مسلمہ کا غیر مسلموں سے موازانہ کر کے اللہ سے شکوہ کیا ہے جبکہ جواب شکوہ میں بھی موازنے کی ایک کیفیت موجود ہے اور اس میں اللہ کی طرف سے اقبال نے مسلمانوں کے ساتھ شکوہ کیا ہے۔ دونوں نظموں میں موجود موازنے کی اس کیفیت کو بھرپور انداز سے پیش کرنے کے لیے اقبال نے جہاں دیگر فنی حربوں کو برتا ہے وہیں صنعت تلمیح کا استعمال بھی نہایت خوبی سے کیا ہے۔ آئندہ سطور میں ان میں سے ایک نظم ''شکوہ'' میں موجود انہی تلمیحات کو احاطہ قلم میں لانے کی کوشش کی جائے گی۔

شکوہ اقبال کی مشہور اور معرکۃ الآرا طویل نظموں میں سے ایک نظم ہے جو اکتیس بندوں پر مشتمل ہے ۱۹۱۱ء میں انجمن حمایت الاسلام کے جلسے میں آپ نے یہ نظم پڑھی اس نظم میں اقبال نے رب ذوالجلال سے معمول سے کچھ تیز لب و لہجے میں مکالمہ کیا ہے۔اس کے نتیجے میں اس دور میں اقبال پر کفر کے فتوے بھی لگے اس نظم میں اقبال نے بہت سے واقعات کو اپنے اشعار کی زینت بنایا ہے۔جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

بس رہے تھے یہیں سلجوق بھی تورانی بھی
اہل چیں چین میں ، ایران میں ساسانی بھی

اس معمورے میں آباد تھے یونانی بھی
اس دنیا میں یہودی بھی تھے، نصرانی بھی

درج بالا اشعار میں علامہ اقبال نے اس دنیا میں بعض موجودہ اور کچھ عہد گذشتہ کی اقوام، مذاہب اور حکومتوں کا ذکر کیا ہے۔ ذیل میں ہم ان کا ایک ایک کر کے اجمالی تذکرہ کریں گے۔

سلجوق : یہ ایک ترک قبیلے کا نام ہے جو ایشیائے کوچک اور ایران میں بہت عرصے تک حکمران رہے ان کے دورِ حکمرانی میں ایران میں بڑے بڑے شاعر، انشاپرداز اور علما پیدا ہوئے۔ خیام، انواری، خاقانی، نظامی، عطار، فریابی، طوسی، مولانا روم اور امام غزالی سب انہیں کے عہد کے ہیں۔(۶)

تورانی: توران کے علاقہ میں رہنے والی قوم یہ علاقہ ماوراء النہر بھی کہلاتا ہے۔ تورانی ایک زمانے میں بڑی طاقت اور حکومت کے مالک رہے ہیں۔ اہل ایران کی اکثر لڑائیاں انھیں کے خلاف رہیں۔(۷)

ساسانی: یہ ایران کے قدیم حکمران ہیں ان کا عہد حکومت ۲۶۶ء سے ۶۵۰ء تک ہے۔ خسرو پرویز، نوشیرواں عادل، بہرام گور، بہرام چوبیں اسی سلسلے سے تعلق رکھتے تھے اس خاندان کے آخری حکمران یزدگرد ثالث کو شکست دے کر مسلمانوں نے ان کی حکومت ختم کی۔(۸)

یونانی: یونان جزیرہ نما بلقان کا ایک قدیم ملک ہے جہاں سے انسان نے اپنے تہذیب و تمدن، فکر و فلسفہ اور مذہب اور آرٹ کا آغاز کیا۔ علوم و فنون کے ساتھ ساتھ اس ملک نے دنیا میں بڑے مقام کے حامل حکمران بھی دیے۔(۹)

یہودی: حضرت موسیٰ کی قوم یعنی بنی اسرائیل۔ نسلاً یہ لوگ حضرت یعقوب علیہ السلام کے فرزند یہودہ کی اولاد میں سے ہیں اور اسی نسبت کے باعث یہودی کہلاتے ہیں۔ بہت سے انبیاء کرام اس قوم میں پیدا ہوئے۔

نصرانی: حضرت عیسیٰ کے ماننے والے یعنی عیسائی۔ عددی اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ آج بھی دنیا میں عیسائی سب سے زیادہ ہیں اور سیاسی اعتبار سے بھی نہایت طاقتور ہیں اور کہا جا سکتا ہے کہ دنیا پر انہی کی حکمرانی ہے۔

قوم اپنی جو زر و مالِ جہاں پر مرتی
بت فروشی کے عوض بت شکنی کیوں کرتی

بیان کردہ شعر میں اقبال نے محمود غزنوی کی عظیم الشان فتح سومنات کی طرف اشارہ کیا ہے یہاں بت شکنی اور بت فروشی تلمیح کے طور پہ استعمال ہوئے ہیں۔ ہندو پجاریوں نے سلطان محمود غزنوی کو یہ پیشکش کی تھی کہ اس مندر میں موجود جتنے بھی ہیرے اور جواہرات اور سونا چاندی ہے وہ تمام کا تمام لے لیں اور ہمارے مندر اور بتوں کو ہمارے حوالے کر دیں مگر ان کی اس پیشکش کے جواب میں محمود غزنوی نے بھی ایک ایسا جملہ کہا تھا جو آج بھی تاریخ میں امر ہے'' کہ میں بت فروش کے بجائے بت شکن کہلانا پسند کروں گا''۔(۱۰)

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

اس شعر میں تاریخ اسلام کی دو مشہور شخصیتوں کا ذکر آیا ہے ایک سلطان محمود غزنوی اور دوسرا ان کا غلام ایاز۔ سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر مسلسل ۱۷ حملے کیے اور آخر کار ۱۰۱۴ء میں یہاں اپنی حکمرانی کی بنیاد رکھی۔ اس دوران میں محمود غزنوی نے اپنے ایک غلام ایاز کو لاہور کا گورنر بنایا اس طرح ایک ہی جست میں ایاز غلامی کی پاتال سے نکل کر حکمرانی کے آسمان پر ستارے کی طرح چمکنے لگا۔ ایاز کا اصل نام اویماق تھا اور اس کی کنیت ابوالنجم تھی۔ اقبال اس شعر میں مسلمانوں کے عدل اور مساوات اسلامی کی مثال پیش کرنا چاہتے ہیں۔(۱۱)

دشت تو دشت ہیں دریا بھی چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

مندرجہ بالا شعر میں اقبال نے عقبہ بن نافعؓ کی عظیم الشان فتوحات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ۶۲ھ (۶۸۱ء) میں یزید نے آپ کو افریقہ کا حکمران مقرر کیا وہاں جا کر آپ نے کفار کے خلاف جہاد کا سلسلہ جاری رکھا اور دشمن کو شکست فاش دیتے ہوئے اس قدر پیش قدمی کی کہ خشکی کی حد ختم ہوگئی اور بحر ظلمات یعنی بحراوقیانوس کے دہانے پر پہنچ گئے یہاں پر پہنچ کر انھوں نے کہا تھا:

''اے میرے خدا اگر یہ بحرِ ذخار درمیان میں حائل نہ ہو جاتا تو میں تیرے راستے میں جہاد کرتا ہوا اسی طرح آگے بڑھتا ہوا چلا جاتا۔''(۱۲)

یہ جگہ موجودہ مراکش میں ''شرف العقاب'' کے نام سے جانی جاتی ہے:

درد لیلیٰ بھی وہی قیس کا پہلو بھی وہی
نجد کے دشت و جبل میں رم آہو بھی وہی

اس شعر میں اقبال نے لیلیٰ، قیس اور نجد عرب کے مشہور تاریخی واقعات اور قصہ کہانیوں سے اخذ کیے ہیں۔ لیلیٰ عرب میں موجود ایک خطے نجد کے حکمران عامر کی صاحبزادی تھی۔ مجنوں کا نام قیس بن الملوح العامری تھا جو لیلیٰ کے عشق میں اپنے آپ کو بھی فراموش کر بیٹھا تھا اس کی وفات کے حوالے سے کہا جاتا ہے کہ ۶۸۸ء میں ہوئی۔ لیلیٰ اور مجنوں کی داستان عشق نہ صرف آج تک عرب میں ہر ایک زبان پر ہے بلکہ عجم اور برصغیر تک بھی اس کی گونج موجود ہے۔(۱۳)

سرفاراں پہ کیا دین کو کامل تو نے
ایک اشارے میں ہزاروں کے لیے دل تو نے

''دشت۔ غالباً برسبع کے جنوب میں جو یروشلم کے جنوب مغرب میں ہے اور حضرت اسماعیل یہاں آباد ہوئے تھے۔''(۱۴)

کوہِ فاراں کہا جاتا ہے رفیع الدین ہاشمی نے فاراں کو مکہ معظّمہ کے قریب ایک پہاڑ قرار دیا ہے۔(۱۵)

نغمے بے تاب ہیں تاروں سے نکلنے کے لیے
طور مضطر ہے اسی آگ میں جلنے کے لیے

مندرجہ بالا شعر کے دوسرے مصرعے میں اقبال نے حضرت موسیٰ کے اس واقعے کو بیان کیا ہے جس میں حضرت موسیٰ وادی سینا ایک بلند و بالا چوٹی طور پر جا کر رب تعالیٰ سے مکالمہ کرتے تھے اس چوٹی کو حورب یا جبل موسیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ مکالمہء الٰہی کے بعد حضرت موسیٰ کو وہ دس احکام ملے تھے جو شریعت موسوی کی بنیاد ہیں۔(۱۶)

مشکلیں امت مرحوم کی آساں کر دے
مورِ بے مایہ کو ہمدوش سلیماں کر دے

درجہ بالا شعر کے مصرع ثانی میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف اشارہ ہوا ہے جو حضرت داوٗد کے فرزند تھے۔ بنی اسرائیل کے آپ مشہور پیغمبر ہیں اور بہت بڑے بادشاہ بھی آپ کی بادشاہت صرف انسانوں تک ہی محدود نہ تھی بلکہ جن، پریاں اور چرند و پرند سب آپ کی حکمرانی کے تابع تھے:

بوئے گل لے گئی بیرونِ چمن رازِ چمن
کیا قیامت ہے کہ خود پھول ہیں غماز چمن

اس شعر میں برصغیر کی تاریخ کے دو بڑے غداروں میر جعفر اور میر صادق کی طرف اقبال نے اشارہ کیا ہے۔ ان میں سے ایک نے سراج الدولہ اور دوسرے نے ٹیپو سلطان سے غداری کی اور انھیں شکست سے دو چار کر کے برصغیر میں انگریز استعمار کے خلاف بچی کچی مزاحمت بھی ختم کروادی اور اس طرح ہندوستان میں انگریزوں کی حکمرانی قائم ہوگئی۔ میر صادق سلطان ٹیپو کا راز دار اور سلطنتِ میسور کا اہم منصب دار تھا۔ سرنگا پٹم کے قلعے پر انگریزوں کے آخری حملے کے دوران میں انھیں خفیہ معلومات فراہم کیں اور قلعے کا وہ دروازہ بند کروا دیا کہ جس طرف سے سلطان ٹیپو پلٹ کر حملہ کر سکتا تھا اس بہت بڑی غداری کے بعد وہ گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے انگریز آقاؤں کی طرف جا ہی رہا تھا کہ ایک سپاہی نے اس کی غداری کو بھانپ کر اسے گولی مار کر ہلاک کر دیا اس طرح ''خدا ہی ملا نہ وصال صنم'' کی عملی مثال بن کر جہنم رسید ہو گیا۔ اس کی قبر آج تک محبّ وطن کی لعنتوں اور ملامتوں کا مرکز بنی ہوئی ہے۔

دوسرا غدار میر جعفر تھا یہ عربی الاصل تھا۔ اس کا اصل نام جعفر علی خان تھا بہت زیادہ پڑھا لکھا نہیں تھا، مگر چالاک تھا اور انگریزوں سے ساز باز کر کے اور بھاری رشوت دے کر خود ناظم بن گیا۔

۱۷۵۷ عیسوی میں اس غدار وطن نے اپنے محسن سراج الدولہ اور ان کے خاندان کے افراد کو نہایت بے دردی سے مروایا۔ اس کی موت جذام کے موذی مرض سے ہوئی یہ بھی تاریخ میں غدار کی

حیثیت سے ضرب المثل کا درجہ رکھتا ہے اقبال نے انہی غداروں کے حوالے سے ایک اور جگہ کہا ہے:

جعفر از بنگال ، صادق از دکن
ننگ ِملت ، ننگِ دیں ، ننگ ِوطن(۱۷)

عشق کو ،عشق کی آشفتہ سری کو چھوڑا
رسم ِسلمان ؓ و اویسِ ؓ قرنی کو چھوڑا

مندرجہ بالا شعر میں دو مشہور شخصیات حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت اویس قرنیؒ کی طرف اقبال نے اشارہ کیا۔حضرت سلمان فارسی (م۔۳۵ھ/۶۵۵ء) اصفہان کے رہنے والے تھے تاہم بعض لوگ انھیں اِصطخرا کا بھی سمجھتے تھے۔آپ کا آبائی مذہب مجوسی تھا اسلام قبول کرنے سے پہلے آپ کا نام ماہویہ یا مایہ بتایا جاتا ہے۔حق کی تلاش میں سرگرداں رہے اور آخر کار مدینہ منورہ پہنچ گئے۔غزوہ خندق سے پہلے آپ نے ایمان لایا اور اس غزوہ میں خندق کھودنے کا مشورہ آپ ہی نے دیا تھا۔حضرت عثمان کے دور میں مدائن کے مقام پر آپ نے وفات پائی آپ سے ۶۰ حدیثیں مروی ہیں۔(۱۸)

اویس قرنی کا شمار تابعین میں ہوتا ہے آپ کے حالات زندگی پر اتفاق رائے نہیں ہے کیوں کہ بعض نے ان کا نام اویس بن عامر لکھا ہے اور بعض انھیں اویس بن عمرو بھی لکھتے ہیں۔کچھ نے انھیں یمن کے قرن سے نسبت دی ہے اور کچھ انہیں قرن المنازل کا خیال کرتے ہیں جو مکۃ المعظمہ اور طائف کے درمیان واقع ہے آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ نے غائبانہ اسلام قبول کیا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جنگ صفین میں حضرت علی کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے ہیں۔ایک مشہور روایت بھی آپ کے ساتھ منسوب ہے کہ جنگ احد میں جب نبی اکرم ﷺ کے داندان مبارک شہید ہوئے تو یہ خبر سن کر آپ اتنے جذباتی ہوئے کہ آپنے تمام دانت خود اپنے ہاتھوں سے توڑ دیے تاہم اس روایت کی تصدیق کے لیے تاریخ میں کافی مواد موجود نہیں ہے۔(۱۹)

آگ تکبیر کی سینوں میں دبی رکھتے ہیں
زندگی مثلِ بلال ِحبشی رکھتے ہیں

بیان کردہ شعر میں اسلام کے پہلے مؤذن اور مشہور صحابیؓ حضرت بلال حبشی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے آپ سابقین اسلام میں شمار ہوتے ہیں۔اسلام قبول کر لینے کے بعد آپ کے آقا امیہ بن خلف نے آپ کو بے حد تکلیفیں اور سزائیں دیں تپتی دوپہر کی سخت دھوپ میں آپ کے سینے پر پتھر رکھ کر آپ کو درّے مارے جاتے، ہر درے کے لگنے کے جواب میں آپ کے منہ سے احد احد کی صدائیں بلند ہوتیں۔حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپ کو آزاد کروایا آزاد ہونے کے بعد آپ نبی پاک ﷺ کے وصال تک آپ کے ساتھ رہے آپ کی وفات خلیفہ ثانی حضرت عمر کے دورِحکومت میں ساٹھ برس کی عمر

میں ہوئی۔

تو ہی کہہ دے کے اکھاڑا درِ خیبر کس نے؟
شہر قیصر کا جو تھا اس کو کیا سر کس نے؟

اس شعر میں ۷ہجری میں ہونے والے غزوہ خیبر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس غزوہ میں حضرت علی نے یہودیوں کے نہایت مضبوط قلعے خیبر کو اپنی سرکردگی میں فتح کروایا۔ ناعم اور قموص کے قلعے مسلمانوں نے اس سے پہلے نہایت آسانی کے ساتھ فتح کر لیے تھے مگر قلعہ خیبر میں سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا اس قلعے میں یہودیوں کے دو بڑے جرّی سردار جو پہلوان بھی تھے، یعنی مرحب اور عنتر رہائش پزیر تھے۔ حضرت علی نے ان دونوں کو تہِ تیغ کیا اور قلعے پر اسلامی پرچم سربلند کیا یہیں سے حضرت علی کو نبی پاک ﷺ کی طرف سے شیرِ خدا کا لقب ملا۔

اس شعر کے مصرعِ ثانی میں شہر قیصر سے مراد قسطنطنیہ ہے یہ شہر بازنطینی اور عثمانی سلطنتوں کا صدر مقام رہا ہے اس شعر میں اقبال نے سلطان محمد فاتح دوم کی طرف اشارہ کیا ہے جس نے ۱۴۵۳ء میں اس شہر یعنی قیصر کو فتح کیا تھا۔ عہد حاضر میں یہ شہر ترکی کا حصہ ہے اور اس کا نیا نام استنبول ہے۔ (۲۰)

حوالہ جات

۱۔ فیروز اللغات، لاہور: فیروز سنز، نیا ایڈیشن، س ن، ص: ۳۷۵
۲۔ نور اللغات، جلد اول، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، طبع سوم، ۲۰۰۶ء، ص: ۱۰۷۶
۳۔ فرہنگ تلفظ، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۵ء، ص: ۳۱۶
۴۔ علمی اردو لغت، لاہور: علمی کتاب خانہ، طبع دوم، ۱۹۷۹ء، ص: ۴۶۳
۵۔ عبدالسلام ندوی، اقبال کامل، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۸۹ء، ص: ۳۱۶۔۱۷
۶۔ اردو جامع انسائیکلوپیڈیا، جلد اول، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۸۷ء، ص: ۲۷۷
۷۔ ایضاً، ص: ۳۹۷
۸۔ ایضاً، ص: ۲۳۷
۹۔ اردو جامع انسائیکلوپیڈیا، جلد دوم، ص: ۱۹۱۷
۱۰۔ رفیع الدین ہاشمی، اقبال کی طویل نظمیں، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء، ص: ۳۵
۱۱۔ اردو جامع انسائیکلوپیڈیا، جلد اول، ص: ۱۶۳
۱۲۔ اکبر حسین قریشی، ڈاکٹر، مطالعہ تلمیحات واشاراتِ اقبال، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۸۶ء، ص: ۲۱۹
۱۳۔ اردو جامع انسائیکلوپیڈیا، جلد دوم، ص: ۱۴۱۴
۱۴۔ رفیع الدین ہاشمی، اقبال کی طویل نظمیں، ص: ۳۵
۱۵۔ اردو جامع انسائیکلوپیڈیا، جلد دوم، ص: ۱۰۴۷

۱۶۔ اردو جامع انسائیکلوپیڈیا، جلد اول، ص:۹۴۲

۱۷۔ اردو جامع انسائیکلوپیڈیا، جلد دوم، ص:۱۶۶۶

۱۸۔ اردو جامع انسائیکلوپیڈیا، جلد اول، ص:۴۷۷

۱۹۔ اردو جامع انسائیکلوپیڈیا، جلد اول، ص۱۶۲

۲۰۔ اکبر حسین قریشی، ڈاکٹر، مطالعہ تلمیحات واشاراتِ اقبال، ص:۲۱۹

☆......☆......☆